ڈاکٹرزاہدمنیرعامر
پروفیسرشعبہ زبان و ترجمہ ،جامعہ الازہر،قاہرہ،مصر

مولانا ظفرعلی خان کاایک نادرمکتوب

Dr Zahid Munir Amir
Professor Department of Language & Translation,
Al-Azhar University, Cairo, Egypt

A Rare Letter Of Maolana Zafar Ali Khan

Maolana Zafar Ali Khan is a prominent poet, journalist and a great leader of Independence Movement. He Contributed much in the making of Pakistan. In his Famous news papers he showed his full strength and qualities to spread awareness among people about Pakistan. Here I have presented one of his letters and its details.

مولانا ظفرعلی خان (۱۸۷۳ء۔۔۱۹۵۶ء)ہماری قومی ادبی اور صحافتی تاریخ کاایک ناقابل فراموش حوالہ ہیں۔ان کی قومی وادبی خدمات حوالے سے متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ یہ ایک دلچسپ اتفاق ہے کہ ان کے خطوط جمع کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی تھی اور یہ خیال کرلیا گیا تھا کہ وہ خطوط نہیں لکھتے تھے اس خیال کے پس پردہ دراصل خود مولانا ظفرعلی خان ہی کے ایک عزیز شاگرد کی تحریر تھی جس میں انھوں نے بڑی صراحت سے گویا یہ قول فیصل دے دیا تھا کہ مولانا خط نہیں لکھتے تھے اور یہ کہ ان کی طبیعت خطوط نویسی کی طرف نہیں آتی تھی، ملاحظہ ہو:

> ''خط وکتابت کا معاملہ یہ تھا کہ نہ خود کسی کو خط لکھتے اور نہ کہیں سے کوئی خط انھیں آتا، یہ ایک دل چسپ قسم کا سانحہ ہے کہ کسی شخص کے پاس بھی ان کا کوئی خط نہیں ہے جن دنوں جوش ملیح آبادی نے دہلی سے کلیم نکالنے کا قصد کیا تو پہلے شمارے کے لیے نظم طلب کی،اپنے خط میں جوش نے حیدرآباد سے نکالے جانے کا واقعہ بھی لکھا مجھے یاد ہے کہ وہ خط ایک لمبی سلپ پر تھا اور مولانا نے ہم بہت سے نوجوانوں کو پڑھ کر سنایا تھا انھوں نے کوئی جواب لکھا ہو اس میں شک ہے کیونکہ مولانا کی طبیعت خط وکتابت کی طرف نہیں آتی تھی''۔(۱)

راقم الحروف نے جب مولانا کے خطوط کی تلاش کے کام کا آغاز کیا تو یہ تحریر اس کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بنی ،مولانا کے جاننے والے اسی تحریر کے حوالے سے راقم کی حوصلہ شکنی کرتے رہے لیکن راقم کا یہ مفروضہ کہ ظفرعلی خان ایسے صاحب قلم نے کبھی کوئی خط نہ لکھا ہو یہ ممکن نہیں اسے مسلسل آگے بڑھنے میں مدد دیتا رہا یہاں تک کہ مسلسل تلاش وتحقیق کے نتیجے میں مولانا کے اتنے خطوط دستیاب ہوگئے جو ساڑھے تین سو صفحات کی کتاب میں سمائے (۲) تحقیق کا سفر رکنا نہیں چاہیے چنانچہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد بھی مولانا کے خطوط کی تلاش کا کام جاری رکھا گیا جس کے نتیجے میں اب توقع ہے کہ اس

کتاب کی دوسری جلد بھی جلد قارئین کی خدمت میں پیش ہوگی۔ اوپر جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ مولانا کے شاگرد شورش کاشمیری مرحوم کی ایک کتاب کا حصہ ہے آمدہ سطور میں خود شورش کاشمیری ہی کے نام مولانا ظفر علی خان کا ایک نادر خط پیش کیا جار ہا ہے۔

آغا عبدالکریم شورش کاشمیری (امرتسر ۱۴/اگست ۱۹۱۷ء...... لاہور ۲۵/اکتوبر ۱۹۷۵ء) اپنے عہد کے معروف صحافی، خطیب، شاعر اور مصنف تھے انھوں نے تحریک آزادی میں طویل عرصے تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں جن کے باعث مولانا ظفر علی خان انھیں عزیز رکھتے تھے جس کا اظہار مولانا کے کلام سے بھی ہوتا ہے اور آئندہ سطور میں پیش کیے جانے والے مولانا کے مکتوب سے بھی۔ وہ آزادی سے قبل روزنامہ آزاد کے مدیر رہے، اور آزادی کے بعد انھوں نے چٹان کے نام سے اپنا ہفت روزہ جاری کیا۔ انھوں نے مولانا ظفر علی خان پر دو کتابیں تصنیف کیں ظفر علی خان (۱۹۵۷ء) اور قید فرنگ (مولانا ظفر علی خان علیہ الرحمہ کے ایام اسیری (۱۹۶۷ء) ان کی دیگر تصانیف میں بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل، پس دیوار زنداں نورتن، شب جائے کہ من بودم، موت سے واپسی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، میاں افتخار الدین، حمید نظامی، اقبالی مجرم وغیرہ شامل ہیں۔

مولانا ظفر علی خان کے شورش کاشمیری سے تعلق کا اظہار ان کے اس شعر میں بھی ہوا ہے۔ جو ۶/فروری ۱۹۳۷ء کو کہا گیا:

شورش سے مرا رشتہ ہے اور وہ ازلی ہے
میں وقت کا رستم ہوں وہ ہے ثانی سہراب [۳]

مکتوب:

عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ

تمہارا خط ملا۔ آج سہ پہر کھانے پر یعقوب [۴] گورا باوا نے بتایا کہ خط دو روز پہلے آیا تھا۔ لیکن دینا بھول گئے تھے ان کے بیگ ہی میں پڑا رہا۔ یوں تو ان کا حافظہ خاصا تیز واقع ہوا ہے۔ لیکن کبھی کبھار ایسی چوک ان سے ضرور ہو جاتی ہے۔ نسیان کے مریض نہیں۔ عادی ضرور ہیں۔ تم نے جو کچھ لکھا وہ یقیناً درست ہوگا اور بظاہر اس میں غلو کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں معاملات کی رفتار کچھ ایسی ہی ہے۔ اول تو مسلمانوں میں سیاسی شعور ہی کمیاب بلکہ نایاب ہے اور کہیں سے کوئی سوتا پھوٹتا بھی ہے تو وہ بھی کچھ دنوں بعد خشک ہو جاتا ہے۔

یہاں کے لوگ شہید گنج کے قضیہ [۵] سے بڑی حد تک ناواقف تھے۔ مسلمانوں میں قدرتی طور پر ایک احساس تھا۔ لیکن اصل حقیقت سے ناواقف تھے۔ میں نے یو۔ پی سے بنگال اور اب برما تک مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات ضرور ڈال دی ہے کہ شہید گنج کا مسئلہ کیا ہے اور مسلمانانِ پنجاب نے اس کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔

اکثر مقامات پر اتحاد ملت [۶] کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ کانپور اور الہ آباد میں تو نیلی پوشوں کے مضبوط جیش بن چکے ہیں اکثر نوجوان بڑے کام کے ہیں۔ کانفرنس کے موقع پر لاہور میں سبھی جمع ہوں گے۔ میں نے انھیں یہاں سے خطوط لکھے ہیں۔ اور اب وہ لاہور آنے کے لئے بے تاب ہیں۔

رنگون کے مسلمان صاحب ثروت ہیں، سیر چشم اور فیاض قومی قوموں میں دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔ یعقوب گورا باوا کی مساعی مشکور سے مرکز یہ مجلس کے لئے ایک خاصی رقم فراہم ہوگئی ہے۔ میں نے ملک صاحب کو بھی لکھا ہے انہوں نے بعض دفتری امور میں تشویش ظاہر کی ہے۔ اس میں اضطراب کی کوئی وجہ نہیں۔ تم نوجوان ان سے اختلاف کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ تصادم کی صورت پیدا ہو جائے۔ جب تک ارکانِ جماعت ایک دوسرے سے شیر و شکر رہیں گے وقار بڑھے گا۔ جونہی اختلاف نے راہ پائی اس عمارت کی ایک ایک اینٹ نکل جائے گی۔ حتیٰ کہ تمام قصر دھڑام سے نیچے آ رہے گا۔ خلافت کمیٹی کا جماعتی نظام غیر معمولی تھا۔ لیکن جب اختلافات جنگل کی کی آگ کی طرح پھیلے تو بہ قول غالب

آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں تم لوگوں سے بھی کہوں گا کہ آپس میں مل جل کر رہو بڑوں کو ظرف عالی کا ثبوت دینا چاہئے۔ چھوٹوں کو گستاخ نہیں ہونا چاہیے۔

اب رہا تمہارے خط کا آخری حصہ۔ بالخصوص خط کشیدہ الفاظ۔ تو یہ کسی مسئلے کا کوئی پیچیدہ پہلو نہیں۔ عام مسلمانوں کی ناؤ یونہی چلتی ہے۔ ان کاسہ لیسانِ ازلی نے مسلمانوں کی قومی عزت کو ہمیشہ اپنے آقایانِ ولی نعمت کی خوشنودیِ مزاج کے لئے فروخت کیا ہے اور یہ جتنے آنریبل اور سر (الّا ماشاء اللہ) تمہیں گردوپیش پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سب قہرِ الٰہی ہیں۔

ایک زمانہ میں پنجاب ویرانہ آباد تھا اور صوبہ بھر میں دو ہی فصلیں ہوتی تھیں۔ بڑے بڑے خاندان ٹوڈی جنتے تھے اور چھوٹے چھوٹے گھرانے رنگروٹ جو جنگ کے زمانے میں دساور کو جاتا ہے۔ اب بفضلِ تعالیٰ صورتِ حالات بدل چکی ہے اور اس میں ایک بڑا حصہ زمیندار کا ہے جس نے ہمیشہ ان فراعنہء عہد کے کاسہ ہائے سر کی تواضع کی ہے۔ تمہیں ان لوگوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہوگئیں

اور یہ خانوادہ تو محض حادثوں کی پیداوار ہے۔ دولت ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے اور سلطنت آنی جانی۔

مجھے امید ہے کہ تم نوجوان مری واپسی تک جذبات کو بے قابو نہ ہونے دوگے۔ میں ملک صاحب کو علیحدہ خط لکھ رہا ہوں تم نے یہ تو لکھا ہی نہیں کہ تمہارے خلاف جو مقدمہ چل رہا تھا وہ اب کس منزل میں ہے۔

والسلام

دعا گو

ظفر علیخان

۱۲/اگست ۱۹۳۶ء

حواشی

۱۔ شورش کاشمیری قیدِ فرنگ یعنی مولانا ظفر علی خان کے ایامِ اسیری لاہور: مکتبہ چٹان ۱۹۸۰ء ص ۱۹

۲۔ مکاتیب ظفر علی خان لاہور سنی پبلی کیشنز ۱۹۸۶ء

۳۔ ظفر علی خان چمنستان لاہور: پبلشرز یونائیٹڈ ۱۹۴۴ء ص ۱۰۴

۴۔ یعقوب گوراباوا سے مولانا کا تعارف غالباً سفر برما میں ہوا، یعقوب گوراباوا کون تھے ان کا تعارف مولانا ظفر علی خان ہی کے الفاظ میں کروانا چاہیے:

''یعقوب گوراباوا کا نام برما میں بچہ بچہ کی زبان پر ہے، قومی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہتے ہیں، مبدءِ فیاض سے انھیں ذوقِ سخن بھی ارزانی ہوا ہے، شعر کہتے ہیں اور بلاتکلف کہتے ہیں۔ سفرِ برما میں برابر میرے ساتھ رہے۔ ایک دن مجھ سے نہ بر سبیلِ شکایت بلکہ بطور مزاح پوچھنے لگے کہ حضرت آپ کی بیاض میرے تذکرہ سے کیوں معرا ہے۔ بیاض نویسی کی خدمت دورانِ سفر میں آپ ہی انجام دیتے تھے میں نے کہا کسی گوشہ میں یہ دو شعر ٹانک لیجئے:

نہیں ڈفرن سے ہیں کم مرتبہ گورا باوا

پھر کہیں کیوں نہ اُنھیں مار کوئیس آف آوا

موم لوہے کو بنا دیتے تھے داؤد اگر
تو ہیں یعقوب بھی اس اپنی صدی کے کاوا

مانڈلے

۲۱ر نومبر ۱۹۳۳ء‘‘

۵۔ مسجد شہید گنج: لاہور ریلوے سٹیشن سے لنڈا بازار کی طرف آئیں تو میاں سلطان کی سرائے کے قریب ایک گوردوارے پر کرپان چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، اسے اب گوردوارہ شہید گنج کہا جاتا ہے یہاں کسی زمانے میں مسجد ہوا کرتی تھی اور یہ علاقہ گھوڑا نخاس (گھوڑوں کی خرید وفروخت کا علاقہ) کہلاتا تھا، سکھوں نے اٹھارویں صدی کے وسط میں لاہور کے دیوان لکھپت رائے کے بھائی جسپت رائے کو قتل کر دیا تھا جس پر لکھپت رائے نے سکھوں کو پکڑ پکڑ کر اس مقام پر موت کی سزا دی، سکھوں نے اپنے عہد اقتدار میں اس مقام کا نام شہید گنج رکھا اور قدیم مسجد پر قبضہ کر لیا اس کے بعد مسلمانوں نے کئی بار اس مسجد کو واگزار کروانے کے لیے کوشش کی لیکن یہ مسجد بازیاب نہ ہو سکی۔ ۱۹۳۵ء میں شہید گنج کی بازیابی کے لیے ہندوستان میں ایک بڑی تحریک شروع ہوئی، مولانا ظفر علی خان اس تحریک کی قیادت کر رہے تھے، ۲۲ر جولائی ۱۹۳۵ء کو شہید گنج کی بازیابی کے لیے مسلمانان لاہور نے ایک جلوس نکالا۔ بہت سے مسلمان انگریزی حکومت کی گولیوں کا نشانہ بھی بنے لیکن مسجد بازیاب نہ ہو سکی، مولانا کے کلامِ نظم ونثر میں بہ کثرت شہید گنج کا ذکر آیا ہے ایک نظم مسجد ’’شہید گنج کی پکار‘‘ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

شہید گنج کی مسجد پکارتی ہے تمھیں
دبے ہوؤ وہ خود اُٹھ کر اُبھارتی ہے تمھیں
جو بال سے بھی باریک دشنہ سے بھی ہو تیز
وہ اُس صراط کے پُل سے گزارتی ہے تمھیں
وہ اُس جہاز سے جو گھر گیا ہو طوفاں میں
کنارہ پر بسلامت اُتارتی ہے تمھیں
وہ آپ اُجڑتی ہو لیکن تمھیں بساتی ہے
وہ خود بگڑتی ہو لیکن سنوارتی ہے تمھیں
لگا کے غازہ حُسنِ حیاتِ لم یزلی
نکھر چکی ہو وہ خود اب نکھارتی ہے تمھیں
جو چاہتے ہو کہ آباد ہو تو اُس کو بچاؤ
شہد گنج کی مسجد پُکارتی ہے تمھیں

کلکتہ۔ ۱۶۔ اگست ۱۹۳۶ء چمنستان محولہ بالا ص ۱۲

۶۔ مولانا ظفر علی خان کی سیاسی جماعت کا نام جو انھوں نے مجلس احرار اسلام سے علیحدگی کے بعد قائم کی۔